

چوتھی قسط

# عربی زبان تاریخ کے تناظر میں

مولانا عمید الزماں قاسمی کیرانوی

کتاب العین: اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اس طریقہ (دبستان تعلیمات صوتی) کے موجد مشہور عرب نحوی و لغوی و دبستان بصرہ کے مسلم رئیس الاساتذہ، الکلیل بن احمد ہیں، جن کے تخلیقی ذہن میں لغت تیار کرنے کا خیال آیا اور انھوں نے کتاب ”العین“ کی شکل میں پہلی عربی لغت عطا کی۔ ابو عمرو الشیبانی، الکلیل بن احمد کے ہم عصر اور ان سے چھ سال بڑے تھے۔ شعر و لغت میں ان کا تبحر مسلم تھا یہاں تک کہ علماء کے درمیان وہ دیوان اللہ و الشعر کے لقب سے جانے جاتے تھے۔ انھوں نے بھی کتاب الحکم کے نام سے ایک مختصر لغت لکھی تھی جو بہت سے الفاظ و مفردات پر مشتمل ہے۔ یہ تحقیق نہیں ہو پائی کہ ان دونوں میں سے کون سی لغت پہلے لکھی گئی۔ اس لیے بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں سبقت کس کو حاصل ہے۔ اکثر علماء محققین کی رائے میں یہ فضیلت الکلیل بن احمد ہی کو حاصل ہے۔ اس لیے کہ یہ عمقری شخصیت بے پناہ صلاحیت کی مالک تھی، عرب موسیقی اور علم عروض کی ایجاد اس کا ثبوت ہے۔ جب کہ ابو عمرو الشیبانی کی طرف ان کے تبحر علمی کے باوجود کوئی ایجاد و اختراع منسوب نہیں ہے۔

محققین کے درمیان کتاب العین کے مؤلف کے بارے میں زبردست اختلاف ہے، یہ لغت متداول نہیں ہے، غالباً اس کے سلسلہ میں علماء کے اقوال میں شدید اختلاف کا یہی ایک سبب ہے۔ کسی کے نزدیک یہ الکلیل بن احمد کی تصنیف ہے، تو کوئی اس کو الیث بن مظفر کی طرف منسوب کرتا ہے اور بعض علما کی رائے میں یہ ان دونوں کی مرتب کردہ ہے۔

الکلیل بن احمد: ان کا پورا نام ابو عبد الرحمن الکلیل بن احمد بن عمرو بن تمام الفراء ہمدانی (یا الفراء ہمدانی) الازدی الحمیدی ہے۔ ۱۰۰ھ میں خلیج فارس کے مقام عمان میں پیدا ہوئے۔ وہاں سے بصرہ منتقل ہوئے جہاں انھوں نے پرورش پائی اور تحصیل علم کے بعد اسی شہر کی مجالس تدریس کی صدارت کو زینت بخش، اسی لیے البصری ہی کی نسبت سے وہ لوگوں کے درمیان متعارف رہے۔ بصرہ ہی میں ۱۷۰ھ میں یا قول راجح کے مطابق ۱۷۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

خلیل کے بارے میں ثقہ لوگوں کا بیان ہے کہ وہ نرم مزاج اور کریم الطبع تھے، اگرچہ مالی طور پر خوش حال نہ تھے، لیکن طبیعت میں سخاوت تھی اور علم و معرفت کے معاملہ میں بھی کشادہ دل تھے۔ ان کی قناعت پسندی و خودداری کا

اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب والی اہواز، سلیمان بن علی نے ان سے یہ کہلو کر بھیجا کہ وہ اس کے بیٹے کے اتالیق بن جائیں، تو انھوں نے اس کے قاصد کو ایک سوکھی روٹی نکال کر دکھائی اور کہا کہ جب تک مجھے یہ میسر ہے، اس وقت تک سلیمان کی کوئی ضرورت نہیں۔ قاصد نے جب پوچھا کہ میں ان کو کیا جواب دوں تو وہ اشعار میر اس طرح گویا ہوئے:

أَبْلِغْ سُلَيْمَانَ أَنِّي غَنِيٌّ فِي سَعَةٍ      وَفِي غِنًى غَيْرَ أَنِّي لَسْتُ ذَا مَالٍ  
سلیمان کو بتاؤ کہ میں اس سے کشادگی میں ہوں (اس کی خواہش کا اسیر نہیں) اور مجھے غنی حاصل ہے لیکن میں مالدار نہیں۔

شُحًا بِنَفْسِي أَنِّي لَا أَرَى أَحَدًا      بُمُؤْتِ هَزَلًا وَلَا يَتَقَنَّى عَلَيَّ حَالٍ  
اپنی ذات کے ساتھ بخل کرتا ہوں کیونکہ میں نہیں دیکھتا کسی کو لاغری سے مرتے ہوئے اور کوئی ایک حال پر باقی نہیں رہتا۔

وَالْفَقْرُ فِي النَّفْسِ أَنِّي لَا فِي الْمَالِ نَعْرُفُهُ      بِمُؤْتِ هَزَلًا يَتَقَنَّى فِي النَّفْسِ لَا أَلْمَالِ  
اور فقر جو نفس میں ہو اسی کو ہم جانتے ہیں فقر فی المال کو نہیں اسی طرح غنی ہے جو نفس میں ہوتا ہے مال میں نہیں۔  
سیوطی نے بغية الوعاة میں التحليل کے مخلص ترین شاگرد النضر بن شميل سے روایت کرتے ہوئے جو لکھا ہے اس سے بھی ان کی قناعت پسند طبیعت کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ التحليل بصرہ میں مقیم رہے اور دولس بھی کمائے پر قادر نہ ہوئے، جبکہ ان کے شاگردان کے علم کے ذریعہ خوب دولت کماتے تھے۔

اساتذہ و شاگرد: التحليل بن احمد نے بصرہ میں علوم کی تحصیل کی۔ ابو عمرو بن العلاء کی شاگردی میں رہے۔ حدیث نبوی اور فلسفہ، ایوب السخثانی، عاصم الاحول، العوام بن حوشب اور دیگر اساتذہ سے پڑھا۔ وہ مختلف علوم کے حصول میں لگے رہے یہاں تک کہ ان کے علم کی شہرت ہونے لگی اور عربی زبان میں ان کی شہرت کا ستارہ عروج پر پہنچ گیا۔ ہر طرف سے طالبان علم ان سے استفادہ کے لیے آنے لگے۔ ان کے نمایاں شاگردوں میں الاصمعی، سیبویہ، النضر بن شميل، ابو زيد مرزج السدوسی اور علی بن نصر الجبھی شامل ہیں۔

علمی مقام: ذہانت و ذکاوت میں التحليل کو نادرہ روزگار کہا جاتا ہے۔ سیرانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے: ”قیاس کی تصحیح، مسائل کے استخراج اور ان کی تعلیل میں ان کی بات آخری ہوتی تھی، علم کے ہر شعبہ میں وہ نمایاں ہوئے، نحو وغیرہ لسانی علوم میں ان کو دست گاہ حاصل تھی۔ علوم شرعیہ اور علم ریاضی میں ید طولی رکھتے تھے۔ ان کا علم عروض کا موجد ہونا، جس کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ وہ انہی کی ایجاد ہے۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے

کہ وہ انتہائی لطیف و نازک ذوق اور غیر معمولی ذکاوت و فطانت کے مالک تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں علم عروض کے ایجاد کا سبب یہ بنا کہ الخلیل بن احمد ایک لوہار کے پاس سے گذرے جو اپنے کام میں مشغول تھا، لوہے پر ہتھوڑا پڑنے کی مسلسل آواز نے ان کو اپنی طرف متوجہ کیا وہ رک گئے۔ تال و سر کے اس متوازن آہنگ نے ان کے دل پر گہرا اثر کیا اور اسی سے انھوں نے عروض کی تفصیلات اخذ کیں جن کو پیاہ شعر قرار دیا گیا۔ یہ فن ان کے ہم عصروں کے لیے بالکل نئی چیز تھی۔

اس سلسلے کا ایک واقعہ ہے کہ لغت سے دلچسپی رکھنے والے ایک صاحب خلیل بن احمد کے پاس آئے اور علم عروض سیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا، لیکن جب انھوں نے بھانپ لیا کہ ان صاحب میں اس فن کی صلاحیت استعداد نہیں ہے، تو ان کو اس سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ اس کے لیے انھوں نے جو لطیف انداز اختیار کیا اس سے ان کے ذوق کا پتا چلتا ہے۔ انھوں نے ان صاحب سے درج ذیل شعر کی تقطیع کے لیے کہا:

اذا لم تستطع شيئاً فدعه وجاوزه إلى ما تستطيع

اگر تم کسی چیز کو نہ کر سکو تو اس کو رہنے دو اور اسے چھوڑ کر ایسے کام کی طرف بڑھو جو تم کر سکتے ہو۔

الخلیل بن احمد ایک عبقری انسان تھے۔ ان کا ذہنی افتخار کشادہ اور علم وسیع و عمیق تھا۔ وہ عروض، نحو اور موسیقی (عربی) کے موجد تھے۔ عرب موسیقی میں انھوں نے طرح طرح کے نغمے جمع کیے۔ انھوں نے سب سے پہلے عربی لغت وضع کی۔ وہ بعض ریاضی علوم کے بھی موجود تھے۔ ذکاوت، علم اور زہد و تقویٰ میں یکتاۓ روزگار تھے۔

اس نابغہ روزگار شخصیت کو اہل علم نے زبردست خراج تحسین پیش کیا اور انتہائی فراخ دلی کے ساتھ ان کی شان و عبقریت کا اعتراف کیا۔ ابن مقفع کہتے ہیں: ”میں نے ان کے اندر ایک ایسا انسان پایا جس کی عقل اس کے علم سے بڑی ہے۔“ خلف بن المثنیٰ کہتے ہیں: ”بصرہ میں ایک ہی وقت میں دس اکابر علما جمع ہو گئے تھے جن میں خلیل بن احمد سرفہرست تھے۔“ حمزہ بن حسن الاصہبائی نے ان کی تعریف میں کہا ہے: ”مسلمانوں کے درمیان ذکاوت و عقل میں خلیل سے بڑھ کے کوئی نہ تھا۔“

مستشرق براؤنچ خلیل کا پر جوش قدردان ہے۔ خلیل کے نظریات سے متاثر ہو کر اس نے کہا ہے کہ لعین میں جس نظام کے تحت الفاظ کو ترتیب دیا گیا ہے اس کے پیش نظر اس رائے میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ وہ خلیل کی ہے، البتہ ان کی طرف اس کا منسوب نہ کرنا ضرور حیرت انگیز ہو سکتا ہے۔

خلیل نے جو بھی کتابیں تصنیف کیں وہ بیش قیمت و مگر انداز تحسین، اگر خوش قسمتی سے وہ سب ہم کو دستیاب ہوتیں تو یقیناً ہے کہ وہ سب ہی بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتیں۔ لیکن زمانہ کی ستم ظریفی اور حاسدین کے طرز عمل کے باعث اس نابغہ عصر کی تخلیقات سے مستفید ہونے کا موقع نہ مل سکا۔ ان کی سوانح لکھنے والوں نے ان کی

بعض مؤلفات کا ذکر کیا ہے جو اجمالی طور پر حسب ذیل ہیں:

(۱) کتاب الايقاع (۲) کتاب النقط والشکل (۳) کتاب العروض (۴) کتاب الشواهد (۵)

کتاب الجمل (۶) کتاب معانی الحروف (۷) کتاب العين۔

مؤرخ الذکر کتاب العين ہی ہمارا موضوع بحث ہے۔ یہ معجم التحلیل کی غیر معمولی فطری ذہانت و عمق پریت کی زندہ مثال ہے۔ اس میں انھوں نے زبان کو حصر و استيعاب کے ساتھ جمع کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے ترتیب کا جو انداز اختیار کیا اس میں موسیقی سے ان کے شغف اور نغمہ و سر میں مہارت سے ان کو روشنی ملی۔ عربی لغت نویسی میں اولیت و سبقت کا شرف انہی کو حاصل ہے۔

التحلیل زبان کے مطالعہ و تحقیق کے دل دادہ تھے۔ انھوں نے آسان طریقہ پر الفاظ لغت جمع کرنے پر غور و فکر کیا اور جمع الفاظ میں ایسی کوشش کی کہ وہ چھوٹے نہ پائیں۔ الفاظ کی تشریح میں غموض و ابہام کے ازالہ کا اہتمام کیا۔ پھر اس تشریح کی تائید میں کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور معتبر اشعار عرب سے شواہد پیش کیے۔ تشریح کی صحت کے ثبوت کے لیے ایک شاہد پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ایک سے زیادہ اشعار پیش کرنے کی کوشش کی۔

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ تدوین لغت کے وقت خلیل کے پیش نظر یہ بات تھی کہ الفاظ کا استقصا و احاطہ ہو۔ اس مقصد کے لیے کوئی واضح طریقہ ان کے سامنے نہیں تھا۔ اس لیے کہ اس وقت تک لغت نویسی کے میدان میں ہونے والی پیش رفت کچھ متعین اصناف میں تحریر کردہ کتابوں تک محدود تھی مثلاً صرف ”کتاب الخلیل“ اور ”کتاب النبات“ جیسی کتابیں ہی وجود میں آئی تھیں، ظاہر ہے کہ یہ طریقہ الفاظ لغت کے استقصا کے لیے مفید مطلب نہیں تھا۔

مقدمة العين میں التحلیل لکھتے ہیں کہ جب انھوں نے ابجدی حروف کی ترتیب کے بارے میں سوچا تو ان کو اس میں یہ خامی نظر آئی کہ حرف الف میں ذرا بھی پائیداری اور ثبات نہیں ہے، لہذا اس ترتیب کے حرف اول سے آغاز کے لیے طبیعت آمادہ نہیں ہوئی۔ پہلا حرف چھوڑ کر دوسرے حرف ”با“ سے شروع کرنا بھی کچھ عجیب سا لگا، لہذا ان کا ذہنی رجحان یہ ہوا کہ الفاظ کو حروف کے مخارج کی ترتیب کے لحاظ سے جمع کیا جائے۔ ان کو مقصد کے حصول کے لیے یہ طریقہ موزوں لگا۔ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ چونکہ ان کو نغمہ و موسیقی سے خاص شغف تھا، اس لیے ان کے ذہن میں یہ طریقہ آیا۔

العين کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ التحلیل نے اپنی اس لغت میں حسب ذیل امور کو بطور اصول اپنایا ہے:

۱۔ الفاظ لغت کو ان کے حروف کے مخارج کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ ترتیب جو حرف عین اور باقی

حروف حلقی سے شروع ہوتی ہے اور حروف لسانی پھر شفوی سے گذر کر حروف جونی پر ختم ہوتی ہے، حسب ذیل ہے:

ع۔ح۔ھ۔خ۔ق۔ک۔ج۔ش۔ض۔ص۔س۔ز۔ط۔ت۔د۔ظ۔ث۔ذ۔ر۔ف۔ب۔م۔و۔ی۔ا۔

(چونکہ کتاب العین سے اس لغت کا آغاز ہوا اس لیے اسی نام سے اس کو موسوم کر دیا گیا۔)

۲۔ جمع کلمات میں حروف اصلی کا لحاظ کیا گیا۔ حروف زائدہ سے کلمات کی تجرید کی گئی مثلاً استغفر میں شروع کے تینوں حروف زائدہ کو حذف کر کے اصل کلمہ کو حرف غین سے شروع ہونے والے الفاظ کے ضمن میں رکھا گیا۔

۳۔ ترتیب میں کلمہ کے حروف کی تعداد کی رعایت کی گئی۔ چنانچہ دو حرفی کلمات سے آغاز کیا گیا اور وضاحت کی گئی کہ وہ ثنائی یعنی دو حرفی ہیں اور بتایا گیا کہ لـو۔ قـد۔ هـل جیسے ادوات زیادہ تر دو حرفی کلمات ہوتے ہیں۔ جن کلمات میں کوئی حرف مکرر تھا ان کو بھی ثنائی کلمات کے باب میں رکھا گیا، یہی نہیں بلکہ ایسے کلمات جن میں تکرار حروف مصرعہ کی طرح ہے ان کو بھی اسی باب میں شامل کیا گیا۔

ثنائى مادوں کے بعد ثلاثی پھر رباعی اور ان کے بعد خماسی مادے دیے گئے ہیں۔ حروف علت والے کلمات علاحدہ سے دیے گئے ہیں اور ہمزہ کو حرف علت میں شامل کیا گیا ہے، کیونکہ ہمزہ بہ صورت تخفیف تین حروف علت میں سے کسی ایک کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

۴۔ ہر مادہ سے تغلیب کی ہر ممکن صورت سے الفاظ کا اشتقاق دکھایا گیا ہے، مثلاً مادہ ع ل م کے تحت ہمیں علم۔ لمع۔ عمل وغیرہ ملتے ہیں اور مادہ د ب ب کے تحت دُبُّ اور بُذو وغیرہ بھی ملیں گے۔

التخلیل نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ آسان نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس میں کچھ عیوب بھی ہیں۔ اس کے سنبھائے میل کسی متلاشی کی راہنمائی نہیں کرتے اور منزل تک نہیں پہنچاتے، کیونکہ اس کی ترتیب مشکل ہے ثلاثی مضاعف اور رباعی مضاعف میں خلط ملط ہے، پھر کسی بھی کلمہ کے اس کے مقلوبات کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ سے اصل اور غیر اصل بھی رل مل گئے ہیں مثلاً: حرب، حبر، بحر، برح، ربح، ربح میں یہ جاننا مشکل ہے کہ ان میں سے کونسا لفظ اصل اور کون سا مطلوب و مقصود ہے۔

مذکورہ رائے احمد امین کی ہے۔ اس میں شک و شبہ نہیں کہ التخلیل نے العین میں جو ترتیب اختیار کی اور بحیثیت مجموعی جو طریقہ اپنایا وہ نہایت پیچیدہ ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کو ایک ایجاد کا درجہ حاصل ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ ان کے بعد القالی نے اپنی البارع میں اور الازہری نے اپنی التہذیب میں التخلیل ہی کے طریقہ کی پیروی کی، اگرچہ ان دونوں کی کچھ اپنی خصوصیات ممتاز بھی ہیں۔ ان کے علاوہ ابن درید نے بھی اپنی الجمهرة میں، ترتیب میں قدرے اختلاف کے ساتھ، اسی طریقہ کا اتباع کیا۔ ڈاکٹر ابراہیم محمد نجار المعاجم اللغویۃ میں لکھتے ہیں: ”العین عربی زبان میں لکھی گئی پہلی معجم ہے۔ لہذا یہ (توقع کرنا) غیر معقول ہے کہ وہ لغت کے

تمام کے تمام تقاضوں کو پورا کرے اور اس میں کوئی بھی نقص نہ ہو۔ چنانچہ اس میں کچھ امور (قابل مؤاخذہ) ہیں جن سے نہ اس کی اہمیت کم ہوتی ہے اور نہ قدر و قیمت گھٹتی ہے۔

الحین کے بارے میں بہت سے لوگوں نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا ہے کہ یہ کتاب جو لغت کے میدان میں ایک ایجاد کا درجہ رکھتی ہے تحلیل ہی کے ذہن کی آماجگاہ ہے۔ طبقات الاطباء کی اس روایت کے پیش نظر کہ تحلیل، جنین بن اسحق کے استاذ تھے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس لغت کا تصور اہل یونان سے لیا گیا ہے۔ لیکن اس بات کی تردید کے لیے اس حقیقت کی طرف اشارہ کافی ہے کہ تحلیل کا انتقال ۱۷۵ھ میں ہو چکا تھا جب کہ حنین کی ولادت کا سال ۱۹۳ھ ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تحلیل نے اپنی اس لغت میں ہندوستانی طریقہ کی نقل کی ہے، اس لیے کہ سنسکرت میں اسی طریقہ کو اپنایا گیا ہے اور اپنے اس نقطہ نظر کو معقول ثابت کرنے کے لیے جزیرہ نمائے عرب اور ہندوستان کے درمیان زمانہ قدیم سے پائے جانے والے تعلقات کا حوالہ دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ خلیج فارس میں بڑی تعداد میں ہندوستان کے لوگ آباد تھے اور بصرہ و بغداد کے عراقی تاجروں کے منشی و محاسب سندھ سے تعلق رکھتے تھے، جو اچھی علمی صلاحیت کے مالک تھے اور عربوں کے علوم سے گہرا رابطہ رکھتے تھے۔

احمد عبدالغفور عطار دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق تحلیل نے اپنی معجم میں ہندوستانی طریقہ کا اتباع کیا ہے، کیونکہ سنسکرت کے حروف حجبی کی ترتیب مخارج کے اعتبار سے اور اس کی سلم صوتی (آوازوں کی سیڑھی) اس طرح ہے کہ پہلے حروف حلقی ہیں اور آخر میں حروف شفوی۔

ہندوستان اور جزیرہ عرب کے درمیان تعلقات زمانہ دراز سے قائم تھے، جو اسلام کے بعد اور زیادہ مضبوط و مستحکم ہوئے۔ خلیج فارس میں بڑی تعداد میں ہندوستانی لوگ مقیم تھے اور بغداد و بصرہ میں عراقی تاجروں کے حساب کتاب کا کام سنبھال دیکھتے تھے وہ اہل علم و ثقافت بھی تھے اور اہل علم عربوں سے روابط رکھتے تھے۔

احمد عبدالغفور عطار کہتے ہیں کہ اہل یونان سے استفادہ کرنے اور ان کی نقل کے دعویٰ کے مقابلہ میں ہندوستانی طریقہ کے اتباع والی رائے ہمارے نزدیک نسبتاً باوزن ہے۔ لیکن ہم اس کے بھی مؤید نہیں ہیں، کیونکہ ایک زبان کی کتاب میں کسی مخصوص طریقہ کے پائے جانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسری زبان کا کوئی مصنف اپنی محنت و جستجو سے اس طریقہ تک پہنچ ہی نہیں سکتا لہذا یہ کہنا کہ تحلیل نے ہندوستانی طریقہ کا اتباع کیا اور اس کے لیے صرف اس بنیاد پر اکتفا کرنا کہ یہ ترتیب ہندوستان کی ایک ایسی زبان میں موجود ہے جس کے بارے میں یہ کوئی نہیں کہتا کہ تحلیل اس کو جانتے تھے۔ پھر کسی زبان کی ترتیب کو من و عن دوسری زبان میں منتقل کرنا آسان بھی تو نہیں ہے جس وجہ سے مختلف قوموں کی زبانوں کے نطق و تلفظ کا اختلاف ہے۔ نیز سنسکرت کے حروف حجبی کی ترتیب تحلیل کی کتاب

العین کی ترتیب کے عین مطابق بھی نہیں ہے۔

ڈاکٹر ابراہیم محمد نجبا، ہندی طریقہ کے اعتبار والی رائے کی تردید میں لکھتے ہیں: ”پختہ دلیل سے یہ ثابت ہے کہ الخلیل سنسکرت نہیں جانتے تھے۔ مزید برآں اس وقت ہندوستان میں کوئی معجم موجود نہیں تھی نیز مذکورہ زبان کے حروف اور العین کے الفاظ کی بلحاظ حروف، ترتیب میں مکمل طور پر یکسانیت بھی نہیں ہے۔“

بہر حال مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ الخلیل نے اپنی کتاب العین میں جو نظام ترتیب اپنایا ہے وہ انہی کے ذہن کی ایجاد ہے کسی کی نقل نہیں۔ ان کا اس طریقہ کا موجد ہونا اس لیے بھی قرین قیاس ہے کہ وہ ایک عبقری انسان تھے، ان کے ذہن رسائے علم کے میدان میں بہت سی نئی راہیں تلاش کیں۔

العین کا مؤلف کون؟ کتاب العین سے متعلق مختلف آرا پائی جاتی ہیں اور محققین کے درمیان اس سلسلہ میں خاصا اختلاف موجود ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ الخلیل کا کتاب العین سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کتاب کے مؤلف الیث بن مظفر ہیں، اس کی اہمیت اور مقبولیت میں اضافہ کے مقصد سے اس کو الخلیل کی طرف منسوب کیا گیا۔ جن لوگوں کا یہ نقطہ نظر ہے ان کے اپنے دلائل ہیں، ان سب میں جو چیز قدر مشترک ہے وہ الخلیل کی طرف اس کتاب کے انتساب کا انکار ہے۔ دوسری رائے کے مطابق، تصور تو الخلیل کا تھا اور الیث بن مظفر نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ ابن جنی بھی اسی رائے کے حامی ہیں۔ تیسری رائے یہ ہے کہ الخلیل نے کتاب العین کا کام شروع کیا اور الیث بن مظفر نے جو اس کی تکمیل کی۔ چوتھی رائے کے مطابق کتاب الخلیل ہی کی ہے، لیکن وہ جل گئی تھی اور اس کو دوبارہ لکھا گیا۔ پانچویں رائے یہ ہے کہ کتاب کے اصول الخلیل کے مرتب کردہ ہیں اور نص کسی اور کا ہے۔

ان تمام آرا کی توجیہات تفصیل طلب ہیں جن کو طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کی الخلیل کی طرف نسبت کا انکار کرنے والوں کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے: کتاب کا اسناد سے خالی ہونا۔ الخلیل کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں کا اس کتاب کی بابت لاعلم ہونا اور بعض کا انکار کرنا۔ ان کے معاصر علماء لغت کا اس سے مستفید نہ ہونا اور اپنی تحقیقات میں اس کا حوالہ نہ دینا۔ الاصحیحی اور ابوالقدیش جیسے معاصر راویوں کے ساتھ کراغ و زجاج جیسے رواۃ متأخرین کا اس میں ذکر ہونا۔ ایسی تصحیفات و تحریفات پر مشتمل ہونا جو الخلیل کے ادنیٰ شاگردوں کو بھی زیب نہیں دیتیں، چہ جائیکہ اتنے بڑے عبقری سے سرزد ہوں اور جو قواعد اس میں بیان کیے گئے ہیں ان کا دبستان کوفہ کے مطابق اور دبستان بصرہ کے خلاف ہونا، جب کہ الخلیل مؤخر الذکر دبستان کے بانی و مؤسس ہیں۔

ڈاکٹر محمد ابراہیم محمد نجماؤ لف المعاجم اللغویۃ اور احمد عبدالغفور عطار مؤلف مقدمۃ الصحاح نے مذکورہ تمام دلائل و شواہد کا مضبوط تر دلائل و براہین سے بطلان کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ العین کے مؤلف الخلیل ہی ہیں۔ احمد

عبدالغفور عطار اپنے نقطہ نظر کی تائید میں دلائل کا ذکر کرنے کے بعد تھوڑا توسع پیدا کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مجھے اس سلسلہ میں (کہ العین کے مؤلف الخلیل ہیں) پورے طور پر اطمینان ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ انھوں نے اس کو لکھا ہو اور مکمل نہ کر سکے ہوں پھر کسی اور نے تکمیل کی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے خود ہی مکمل کیا ہو اور بعد میں کاتبوں کو متاخرین کی جو تعلیقات و روایات ملی ہوں ان کو اپنی نادانی سے متن کتاب میں شامل کر دیا ہو۔ ڈاکٹر عبداللہ الدرویش نے العین پر تحقیقی رسالہ لکھ کر لندن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ انھوں نے بھی اپنی تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ الخلیل ہی العین کے مؤلف ہیں۔

ڈاکٹر ابراہیم محمد نجاکتے ہیں: ”العین کے بعد جو معاجم عالم وجود میں آئیں ان میں جمع الفاظ و معلومات کے سلسلہ میں اسی کے بیج کو اختیار کیا گیا جس میں الفاظ کے حصر و استقصا کے سلسلہ میں بنیاد کی پہلی اینٹ رکھ دی گئی تھی۔ بعد کے معاجم میں اگرچہ نظام ترتیب کا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن وہ اختلاف اساسی وجوہی نوعیت کا نہیں ہے۔ لہذا اس میں ذرا بھی مبالغہ آرائی نہ ہوگی اگر ہم کہیں کہ جمع لغت میں العین کو بنیاد کی حیثیت حاصل ہے جس کے مؤلف نے طرح طرح کی صعوبتیں جھیل کر اپنے بعد والوں کے لیے آسانیاں پیدا کر دیں راستہ واضح ہو گیا اور بحث و تحقیق آسان ہو گئی۔“

وہ اس کا اختتام ان لفظوں میں کرتے ہیں:

ولهذا يسجد بكل عربي ان يحنى رأسه لإكبار وإجلال، لهذا العالم الفذ الذي حفظ لنا هذا التراث، وأودعه خزائن العلم والمعرفة۔ وقد أوجد هذا الكتاب بابا لبحث العلماء حوله۔ (لہذا ہر عرب کو چاہیے کہ اس عالم بے بدل کے احترام میں سر تسلیم خم کرے جس نے ہمارے لیے اس ورثہ کی حفاظت کی اور اس میں علم و معرفت کے تزیین و دیت کیے، اس کتاب نے اپنے تئیں علما کے درمیان بحث و تحقیق کا دروازہ بھی کھول دیا) چنانچہ اس کے نقص کی تکمیل کے لیے جو کتابیں لکھی گئیں ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

(۱) فائت العین للخلیل بن أحمد (۲) الاستدراک علی العین للسدوسی والجهضمی (۳)

الجامع فی اللغة للکرمانی (۴) فائت العین للمطرزی (۵) التکملة للخازرنجی۔

نیز العین پر تنقید اور اس کے نقائص کو نمایاں کرنے کے لیے بھی کچھ کتابیں لکھی گئیں جن میں سے تین کتابیں حسب ذیل ہیں: ۱۔ الرد علی الخلیل و اصلاح ما فی کتاب العین من الغلط والمحال، لابی طالب المفضل بن سلمہ الکوفی ۲۔ استدراک الغلط الواقع فی العین لأبی بکر الزبیدی ۳۔ غلط العین للخطیب الاسکافی۔

(جاری ہے)